عورت کا حقِ حضانت اور شریعتِ اسلامیہ ایک تحقیقی مطالعہ

شاہدہ پروین*

Abstract

Islam has shown more concern to marital issues because this relationship provides sound and stable ground in upbringing of human being. If this bond is broken, our religion commands to safeguard children therefore women have more right to custody of children than men, in principle custody belongs to because they are more compassionate and more kind, they know better the related art, better and they are more patient in dealing with the difficulties involved. The mother has the more right to custody of her child whether boy or girl, as long as she does not re-marry. Welfare of the minor should be considered in every situation. The conditions of custody are: being accountable (i.e., an adult of sound mind etc.), being free (as opposed to being a slave), being of good character, being a Muslim if t he child concerned is a Muslim, and being able to fulfill all obligations towards the child. The mother should not be married to a person who is a stranger (i.e., not related) to the child. If one of these conditions is not fulfilled and there is an impediment such as insanity or having remarried, etc., the woman forfeits the right to custody, but if that impediment is removed, then the right to custody is restored. This paper will analyze these issues in Islamic and contemporary perspective.

Keywords: Custody, Welfare, Minor, Obligations, Re-marry, Restored

بچوں کی پیدائش، پرورش اور تربیت عائلی زندگی کے اہم ترین مقاصد میں شمار ہوتی ہے۔ بہترین افراد کی تیاری کے بغیر بہترین قوم پیدا کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اور افراد کی بہترین تربیت گھریلو زندگی کے بغیر ناممکن ہے۔ افراد اشیاء کی طرح کارخانوں میں یا پھولوں کی طرح نرسریوں میں نہیں پالے جاسکتے۔ افراد کی پرورش نرمی محبت اور گرمی جذبات کی طلبگار ہوتی ہے۔ ماں اور باپ دونوں اس ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں۔ دیگر افراد خانہ ان کے معاون بنتے ہیں۔ عائلی زندگی بچوں کی تربیت اور نفسیاتی وجسمانی ضرورتوں کی تکمیل کا بہت احسن اور عمدہ انتظام ہے جس کا متبادل نہیں مل سکتا۔

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

ماں نرمی و شفقت مہیا کرتی ہے جبکہ باپ سختی اور مضبوطی جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔ ان دونوں کی محبت و تربیت سے بچے کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ اگر خدانخواستہ دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے تو سب سے زیادہ متاثر بچہ ہوتا ہے۔ اس کی ذات کو ترازو کے دو پلڑوں میں ڈالنا اس کے نرم و معصوم جذبات کو کچل کے رکھ دیتا ہے۔ اگر بچہ والد کے پاس رہے تو اسے ماں کی گود کی حرارت نہیں مل سکتی اور اگر والدہ کے پاس رہے تو باپ کے مضبوط بازو اس کا سہارا نہیں بن سکتے۔ اس صورتحال میں بچوں کی تربیت و پرورش کا ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ بچے کی شخصیت کم سے کم متاثر ہو۔ اگرچہ اسے وہ سب کچھ تو نہیں مل سکتا جو زوجین باہم مل کر دے سکتے ہیں۔ تاہم ایسا انتظام ہونا ضروری ہے کہ ان بچوں کو نقصان کم سے کم پہنچے اور ان کی شخصیت تعمیر و تربیت سے محروم نہ رہے۔ مغربی معاشروں میں تو یہ مسئلہ گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے فٹ بال کی مانند ایک کورٹ سے دوسرے کورٹ میں اچھالے جاتے ہیں جس کا اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے ہوتا ہے۔

Mrs. Hillary Clinton expressed that five hundred thousand children in United States need adoption as a result of broken relation of parents or single parenthood.[1]

اسلام اس مسئلے کا عمدہ حل پیش کرتا ہے۔ عائلی زندگی کو ذمہ داریوں سے وابستہ کرتا ہے اور اگر یہ زندگی ختم بھی ہو جائے تو اس تعلق سے بننے والے رشتوں کو تحفظ مہیا کرتا ہے۔ بچوں کو بے سہارا نہیں چھوڑتا اور زوجین میں سے ہر دو پر اس کی تربیت کا بار ڈالتا ہے۔ علیحدگی کی صورت میں ماں کا پرورش و تربیت کا حق فائق رکھا گیا جب تک کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ کیونکہ ماں سے بڑھ کر محبت کوئی اور نہیں دے سکتا۔ بچہ جو ماں کے وجود کا حصہ تھا۔ اس کو بلاوجہ ماں سے علیحدہ کرنے سے روکا گیا اور اس بچے کی کفالت کا بار اس کے باپ پر ڈالا گیا اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے دیگر اولیاء پر ڈالا گیا۔ تاکہ بچہ آسودگی سے ماں کے پاس پرورش پاسکے اور ماں معاشی تنگی کی بنا پر بچے کو اپنی شفقت سے محروم نہ کرے۔ اسی طرح والدہ کی دوسری شادی کی صورت میں ماں کو حق حضانت سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ایسا نہ ہو اپنے دوسرے شوہر کی ذمہ داریوں اور خدمت میں مصروف ہو کر ماں بچے کو نظر انداز کر دے۔ تاہم ماں کے بعد نانی کو حقِ حضانت دیا۔ کیونکہ وہ بیٹی کی اولاد ہونے کی بناء پر بچے پر شفقت کرے گی۔ بچہ خواہ ماں

[1] V.H Joeffrey, Marriage & Morals, (Karachi: Royal Book Company, 2001), 94.

کی حضانت میں ہو یا باپ کی، دوسرے فرد کو بچے سے ملنے کے حق سے محروم نہیں کیا گیا۔ بلاوجہ بچے کو ماں یا باپ سے دور لے جانے سے روکا گیا۔ ایک خاص حد کے بعد بچے کو اختیار دیا گیا کہ وہ دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔

حضانت کا مفہوم:

حضانۃ حضن سے ماخوذ ہے یہ بغل سے نیچے پہلو تک ہے۔ اس چیز کے دو حضن سے مراد اس کی دو جانب ہیں۔ ''حضن الطائر بیضہ'' پرندے نے اپنے انڈے کو پروں تلے لے لیا۔ حضنت المراۃ ولدھا۔ عورت نے بچہ گود میں لیا۔ ''احتضن'' اس نے اسے گود لیا یا زیر تربیت لیا۔ مصدر حضانۃ ہے۔[2]

حاضۃ الصبی'' التی تقوم علیہ فی تربیتہ[3] فقہاء نے اس کی تعریف کی ہے کہ یہ بچے یا بچی اس نا سمجھ کی حفاظت کی ذمہ داری سے عبارت ہے جو سمجھ نہ رکھتا ہو اور نہ اپنا معاملہ خود کر سکے۔ جو چیز اس کو فائدہ دے اس کا اہتمام، جو چیز اسے ایذاء اور ضرر دے اس سے اسے بچانا اور اس کی جسمانی، روحانی اور عقلی تربیت ہے تاکہ وہ زندگی کے بوجھ کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت پا لے۔ حضانۃ صغیر یا صغیرہ کے لیے لازم ہے کیونکہ اس میں غفلت بچے کو تباہی اور ضیاع کے سپرد کر دے گی۔[4]

بچے پر تین ولایتیں ہیں:

۱۔ ولایت تربیت ۲۔ ولایت نفس ۳۔ ولایتِ مال

پہلا دور دور تربیت ہے اور یہ دور عورتوں کے لیے ہے اس کو حضانت کا نام دیا گیا ہے۔ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

فالحضانۃ ھی تربیۃ الولد فی المدۃ التی لا یستغنی فیھا عن النساء ممن لھا الحق فی تربیتہ شرعاً، وھی حق الام، ثم لمحارمہ من النسائ[5]

---

[2] لوئس معلوف، **المنجد فی اللغۃ**، (بیروت: المکتبۃ الشرقیہ)، ۱۹۳۱م؛ **مختار الصحاح**، ۹۰۲

[3] الصحاح، ۵: ۲۲۵

[4] السید سابق، **فقہ السنۃ**، (بیروت: دار الفکر)، ۲: ۸۸۲

[5] محمد محی الدین عبد الحمید، **الاحوال الشخصیۃ**، (مصر: فی الشرعیۃ الاسلامیہ المکتبہ التجاریہ الکبریٰ)، ۴۰۴

الحضانۃ ''تربیۃ الطفل الذی لا یستقل بشوون نفسہ فی سن معینۃ ممن لہ الحق فی ذلک لمن محارمہ''[6]

عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

''معناھا لغۃ مصدر حضنت الصغیر حضانۃ تحملت موئنتہ و تربیتہ، وفی الشرع حفظ الصغیر والعاجز و المجنون والمعتوہ مما یضرہ بقدر المستطاع والقیام بتربیتہ و مصالحہ من تنظیف واطعام ومایلزم لراحتہ....''

''حضانت مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں تغذیہ و تربیت کی ذمہ داری لینا۔ شرعی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں خود سال معذور اور نیم مجنون کو بقدر امکان نقصان رساں چیزوں سے بچانا اور اس کی تربیت اور بہبود مثلاً صفائی، خوراک اور ضروری آرام وغیرہ کا خیال رکھنا۔''[7]

ماں باپ کی نسبت پرورش کی زیادہ حقدار ہے:

تربیت کی بہترین صورت تو یہی ہے کہ بچہ ماں اور باپ دونوں کی شفقت اور محبت کے سائے میں پلے بڑھے۔ دونوں کی نگرانی اور پرورش میں وہ بہترین ماحول پائے گا۔ یہ پر سکون ماحول اس کے جسم کو بالیدگی اور دل کو پاکیزگی عطا کرے گا۔ عقل نکھار حاصل کرے گی۔ اور زندگی کی ذمہ داریوں سے احسن طریقہ پر عہدہ برآ ہونے کی تربیت وہ حاصل کرے گا۔ اگر ایسا واقعہ پیش آگیا کہ زوجین میں نباہ نہ ہو سکا اور جدائی ہو گئی۔ اگر ان کا بچہ ہے تو ماں اس کی پرورش کی سب سے پہلے مستحق ہے۔ دوسرے رشتہ داروں کا درجہ اس کے بعد ہے۔ ماں کے حق حضانت کے بارے میں قرآن کریم کی کوئی آیت ظاہر نص کے طور پر اس مسئلہ میں موجود نہیں۔ البتہ اقتضاء نص کے طور پر فقہاء نے آیت رضاعت ''وَالوَالِدَاتُ یُرضِعنَ اَولَادَھُنَّ حَولَینِ کَامِلَینِ لِمَن اَرَادَاَن یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃِ''[8] سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں، یہ حکم اس شخص کے لیے ہے کہ جو رضاعت

[6] **الاحوال الشخصیۃ لمحی الدین**، ۱۵۷

[7] عبد الرحمن الجزیری، **کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ**، (بیروت: دار لفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۲ء)، ۴: ۴۹۵

[8] ابو داود، **کتاب الطلاق**، باب امن احق بالولد، حدیث: ۲۲۸۰؛ نیل الاوطار، ۶: ۸۴۳

مکمل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس آیت سے اقتضاء نص کے طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ صغر سنی میں بچے کی پرورش کا حق اولاً ماں کو حاصل ہے۔

احادیث نبویہ اور حقِ حضانت:

فقہاء نے ماں کے حقِ حضانت میں مذکورہ آیت قرآنی کے ساتھ متعدد احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ چنانچہ جن احادیث سے اس مسئلہ میں استنباط کیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ پس نکلے حضور ﷺ (فتح مکہ کے بعد) حمزہ کی بیٹی نے آپ کا تعاقب کیا اور آواز دی۔ اے چچا، اے چچا، پس اس بچی کا ہاتھ حضرت علیؓ نے پکڑ لیا اور فاطمہؓ سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو۔ چنانچہ فاطمہؓ نے اس کو اٹھالیا۔ اس بارے میں حضرت علیؓ زیدؓ اور جعفرؓ نے جھگڑا کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے اسے لے لیا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور جعفرؓ نے کہا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح ہے اور اور زیدؓ نے کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، وقضیٰ بھا النبی ﷺ لخالتھا وقال الخالۃ بمنزلۃ الام[9] پس رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔

۲۔ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور ان کے باپ نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ان ابنی ھذا کان بطنی لہ وعاءً، وحجری لہ حواءً، وثدیی لہ سقاءً، وزعم ابوہ انہ ینزعہ منی، فقال: انت احق بہ مالم تنکحی"[10]

۳۔ رافع بن سنان نے اسلام قبول کیا اور ان کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کیا پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میری بیٹی کا دودھ چھوٹ گیا اور رافع نے کہا کہ وہ میری بیٹی ہے۔ نبی ﷺ نے رافع سے کہا کہ ایک طرف بیٹھ جاؤ اور کہا کہ بچی کو درمیان میں بٹھاؤ پھر کہا کہ تم دونوں بلاؤ پس وہ بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی۔ پس نبی ﷺ نے دعا کی، کہ اے اللہ اس لڑکی کو ہدایت فرما پس وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہو گئی۔ چنانچہ رافع نے اس سے بیٹی کو لے لیا۔[11]

---

[9] ابوداؤد، ایضاً، حدیث: ۲۲۷۶؛ مسند احمد، ۲: ۲۸۱

[10] ابوداود، **کتاب الطلاق**، باب من احق بالولد، حدیث: ۲۲۷۷

[11] ایضاً

۴۔ ابو میمونہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ابو ہریرہؓ کے پاس تھے پس ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے اور وہ مجھے نفع دیتا ہے اور ابی عنبہ کے کنوئیں سے پانی پلاتا ہے۔ پس اس کا شوہر آیا اور کہاں کون جھگڑا کرتا ہے مجھ سے میرے بیٹے کے بارے میں؟ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے پس جس کا ہاتھ چاہے تھام لے۔ لڑکے نے ماں کا ہاتھ تھام لیا اور وہ عورت اس لڑکے کو لے کر چلی گئی۔"[12]

۵۔ عن عمارة الجرمي قال خيرني علي رضي الله عنه بين امي وعمي ثم قال لاخ لي اصغر مني، وهذا ايضاً لو قد بلغ مبلغ هذا لخيرته[13]

عمارۃ الجرمی سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اختیار دیا ماں اور چچا کے درمیان، پھر میرے چھوٹے بھائی کے لیے کہا جو مجھ سے چھوٹا تھا اور یہ ایسا ہی ہے۔ اگر اس کی عمر کو پہنچے گا اس کو یہی اختیار دوں گا۔

۶۔ عبد الرحمن بن ابی الزناد اپنے باپ سے اور وہ فقہائے مدینہ سے روایت کرتے ہیں۔ "حضرت ابو بکرؓ" نے عمر بن الخطاب کے بیٹے عاصم کا فیصلہ اس کی نانی کے حق میں دیا۔ (ان کی حضانت کے بارے میں) یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گیا۔ اور ام عاصم اس وقت دوسرے شخص کے نکاح میں تھی۔"[14]

۷۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب کے پاس انصار میں سے ایک عورت تھی۔ جس کا لڑکا عاصم بن عمر تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے اس کو طلاق دے دی۔ پس ایک دن حضرت عمر گھوڑے پر سوار قبا کی طرف جا رہے تھے کہ اپنے بیٹے کو مسجد کے سامنے کھیلتا ہوا پایا۔ اس کے بازو کو پکڑ لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان سواری پر بٹھا لیا، لڑکے کی نانی نے اس کو پا لیا۔ پھر نانی اور حضرت عمرؓ کا اس لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ دونوں ابو بکر صدیقؓ کی

---

[12] نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، **السنن الکبریٰ**، (بیروت: دار صادر)، ۸: ۳۱

[13] ایضاً

[14] **السنن الکبریٰ**، ۸: ۵

خدمت میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اے عمر اس عورت اور اس لڑکے کو چھوڑ دے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔" [15]

۸۔ مسروقؒ سے روایت ہے کہ عمرؓ نے ام عاصم کو طلاق دی۔ وہ (عاصم) اپنی نانی کی زیر پرورش تھا۔ پس اس نانی نے ابو بکرؓ کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فیصلہ کیا کہ لڑکا اپنی نانی کے پاس رہے گا اور حضرت عمرؓ کو نفقہ دینا ہو گا اور فرمایا کہ یہ (نانی) اس لڑکے کی (پرورش کی) زیادہ حقدار ہے۔"[16]

۹۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابو بکرؓ نے لڑکے کی ماں کے حق میں فیصلہ دیا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا والدہ کو اس کے بیٹے سے جدا نہ کرو۔"[17]

فقہاء اربعہ کا نقطہ نظر:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب لڑکا خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجا کرنے لگے تو اس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی اس حالت کو پہنچنے کی عمر کا اندازہ علامہ خصاف نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے۔ البتہ ماں کو لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو تو اس وقت تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے۔ متاخرین احناف نے امام محمد کے قول کو پسند کیا ہے۔[18] امام مالک کے نزدیک ماں کو لڑکے کی پرورش کا حق اس وقت تک ہے جب تک وہ لڑکا واضح طور پر بات چیت کر سکے اور لڑکی کا شادی ہونے تک۔ امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق دونوں کی سات سال عمر ہونے تک ماں کو حاصل ہے۔ اس کے بعد بچے کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ماں اور باپ میں جس کو پسند کرے اس کے سپرد کر دیا جائے۔"[19]

---

[15] ایضاً

[16] ایضاً

[17] ایضاً

[18] داماد آفندی، **مجمع الانہر**، (مصر: مطبع)، ۱: ۱۸۴

[19] ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، **المغنی**، (الریاض: مکتبہ الحدیثۃ)، ۷: ۴۱۶

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''الام احق بکفالۃ الطفل والمعتوہ اذا طلقت ولانها اقرب الیه واشفق علیه ولا یشارکها فی القرب الا ابوہ ولیس له مثل شفقتها ولا یتولی الحضانۃ بنفسه وانما یدفعه لی مراته وامه اولی به من ام ابیه''[20]

بچے اور عدیم العقل کی پرورش کی ماں زیادہ حقدار ہے جبکہ اسے طلاق دے دی گئی ہو کیونکہ ماں بچے سے زیادہ قریب اور زیادہ شفقت رکھنے والی ماں ہوا کرتی ہے۔ اس قرب و شفقت میں باپ کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ باپ بھی ماں جیسی شفقت نہیں رکھتا اور نانی دادی کی نسبت سے اولیٰ ہو گی نیز لکھتے ہیں:

''والحضانۃ انما تثبت لحظ الولد فلا تشرع علی وجه یکون فیه هلاکه وهلاك دینه''[21] اور حضانت بچے کی بہبودی و فلاح کے پیش نظر مقرر کی گئی ہے۔

لہٰذا کسی ایسے طریقے پر درست نہ ہو گی جس سے بچے کی ذات اور دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

امام ابن ہمام لکھتے ہیں:

''ولان الام اشفق واقدر علی الحضانۃ فکان الدفع الیها انظر والیه اشار الصدیق رضی الله عنه بقوله، ریقها خیر من شهد وعسل عندك یا عمر رضی الله عنه''

اس لیے کہ ماں بچے کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور نگرانی و حفاظت پر مرد کی نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اسی شفقت کی طرف حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اے عمر! بچے کی ماں کا لعاب دہن بچے کے حق میں تمہارے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہو گا۔ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وانما کانت اشفق علیه لانه کان جزاها حقیقه، حتی قد یقرض بالمقراض واقدر علی الحضانۃ لتبتلها بمصالحا والرجل اقدر علی الاکتساب ولذا جعلت نفقته علیه[22]

---

[20] **المغنی**، ۷: ۳۱۶

[21] ایضاً

[22] ابن الہمام، کمال الدین محمد، **فتح القدیر**، (مصر: مطبعہ مصطفیٰ محمد)، ۳: ۴۱۳

یعنی ماں باپ کی نسبت اس لیے زیادہ شفیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں بچہ ماں کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات بچے کو قینچی کے ذریعے کاٹ کر ماں سے جدا کیا جاتا ہے۔ اور عورت اسی پرورش میں مشغول ہونے کی وجہ سے حضانت پر زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ بخلاف مرد کے کہ وہ مال حاصل کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کا نفقہ اس پر لازم کیا گیا ہے۔

ماں کے حقِ فائق کی علت:

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال میں یہی احادیث پیش کی ہیں اور والدہ کے تقدم کی علت ان الفاظ میں بیان فرمائی ''فلما كان لا يعقل كانت الام اولى به على ان ذلك حق للولد لا للابوين لان الام احسنى عليه وارق من الاب''[23] پس جب کہ بچہ ناسمجھ ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے کیونکہ یہ حق بچے کا ہے۔ والدین کی محبت و الفت و شفقت کے درجات کا جس کا اندازہ رسول کریم ﷺ کی حسب ذیل احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عن عائشه رضى الله عنها قالت جاء اعرابى الى النبى ﷺ فقال اتقبلون الصبيان فما نتقبلهم، فقال النبى ﷺ واوا ملك لك ان نزع الله من قلبك الرحمة[24] یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی عرب حاضر ہو کر کہنے لگا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے تیرے دل سے رحم کو نکال دیا ہے تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں-'' وقالت جائتنى امراة ومعها ابنتان لها تسالنى فلم اجد عندى غير تمرة واحدة فاعطيتها ايها فقسمها بين انبتها ولم تاكل''[25] یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک سائلہ آئی جس نے مجھ سے سوال کیا اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ میں نے وہ کھجور اس عورت کو دے دی۔ اس نے اس کے دو حصے کر کے اپنی ان دونوں بچیوں کو دے دیا اور خود نہ کھایا۔

---

[23] شافعی، محمد بن ادریس، **الام**، (ازھر: مکتب الکلیات الازہریہ، ۱۹۶۱)، ۸: ۵۳۲

[24] بخاری، **کتاب الادب**، باب رحمۃ الولد، حدیث: ۵۹۹۸

[25] ایضاً، حدیث: ۵۹۹۴

"مذکورہ بالا دونوں روایات سے ماں اور باپ کی شفقت و محبت کا اندازہ کرنا اور اس سے پرورش کے حق میں ماں کا مقدم ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ الا یہ کہ ایسے عوارض پیش آ جائیں۔ جن کی بناء پر بچے کے حق میں ماں کی اس محبت و شفقت کے معدوم ہو جانے کا ظن غالب پیدا ہو جائے۔ آپ ﷺ کے ارشاد ہے "انت احق بہ مالم تنکحی" اس وقت تک تو بچے کی زیادہ مستحق ہے جس وقت تک تو دوسرا نکاح نہ کرے، اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دوسرا نکاح کرنے کے بعد عورت کو چونکہ دوسرے شوہر سے ازدواجی تعلق پیدا ہونے کی بنا پر اس کی اولاد سے شفقت و محبت کا لگاؤ پیدا ہو جائے گا اور ساتھ ہی شوہر ثانی کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہنا ہو گا اس لئے اپنے اوّل شوہر کے بچے کی پرورش کا حق ادا نہ کر سکے گی۔ اسی طرح فقہاء نے ماں کے فاسقہ یا غیر مامونہ ہونے کی صورت میں بھی حقِ حضانت کو ساقط تصور کیا ہے۔"[26]

اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے اجنبی شخص بچے کو ناپسند کرے پس ماں کو اس کی نگہبانی اور شفقت میں دقت محسوس ہو یہ بات بچے کے لیے اذیت ہو گی لیکن اگر ماں کی شادی بچے کے کسی محرم سے ہو جیسے چچا پھر ماں کا حق حضانت ساقط نہیں ہو گا کیونکہ یہ عرف و عادت ہے کہ چچا بچے سے پیار کرے گا۔ جمہور فقہاء نے محض عقد کی بنا پر ماں کے حق حضانت کو ساقط تصور کیا ہے جبکہ امام مالک نے محض عقد کو ماں کے حق حضانت کے سقوط کے لیے کافی قرار نہیں دیا بلکہ تعلق قائم ہونے کی شرط عائد کی ہے۔"[27] یہ تمام شروط بچے کی رعایت و حمایت، اس کی خوشی، امن اور حفاظت کے لیے عائد کی گئی ہیں۔

کیا ماں نکاح ثانی کے باوجود حقِ حضانت رکھتی ہے؟

ایک سوال یہ ہے کہ کیا ماں کے نکاح ثانی (اجنبی شخص) کی صورت میں ماں کا حقِ حضانت برقرار رہے گا اگر بچے کی مصلحت اس میں ہو۔ علامہ ابن عابدین سے سوال کیا گیا کہ اگر عورت اجنبی مرد سے نکاح کر لیتی ہے اور اس کا شوہر بچے پر شفقت کرے تو کیا ماں بچے کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہے۔ یا حقِ حضانت باپ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ ماں اپنے بچے کا حق پرورش و نگہبانی بہتر ادا کرے گی۔ اسے ظلم سے بچا کر رکھے گی بہ نسبت باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) کے جو ہر لمحہ اس کی موت کی طلبگار ہو گی۔ کیا قاضی مصلحت کے تحت بچے کو ماں کی سپردگی میں دے سکتا ہے؟

علامہ ابن عابدین جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فینبغی للمفتی ان یراعی الاصلح للولد'' اگر عورت کا شوہر بچے پر خرچ کی اور شفقت کی صلاحیت رکھتا ہے تو ماں سے بچہ نہ چھینا جائے۔ کیونکہ حق حضانت کے سقوط یا

[26] تنزیل الرحمان، ڈاکٹر، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی)، ۳: ۶۸۸

[27] **ردالمحتار**، ۲: ۹۳۲؛ **المغنی**، ۷: ۷۰۳؛ **زادالمعاد**، ۴: ۴۵۲؛ **الجامع للاحکام القرآن للقرطبی**، ۳: ۲۶۱

عدم سقوط کا دارومدار بچے کی مصلحت پر ہے۔ اگر وہاں وہ محفوظ ومامون نہ ہو تو اسے اجنبی خاندان کے حوالے نہ کیا جائے۔"[28] ابن عابدین کی یہ رائے فقہائے اربعہ کی رائے کے خلاف ہے"[29]

علامہ المسندی ابن عابدین کی رائے کی تعقیب میں لکھتے ہیں: افاد الحدیث سقوط حضانتها بالتزویج فلا یلتفت الی شفقه زوجها (یعنی بالحدیث: انت احق به مالم تنکحی"[30] ظاہر یہ کی رائے کے مطابق "ماں کی اجنبی سے شادی اس کے حق حضانت کو زائل نہیں کرتی۔ امام ابن حزم حدیث "انت احق بہ مالم تنکحی" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں"ولم یات نص صحیح قط بان الام ان تزوجت یسقط حقها فی الحضانة"[31]

ابن قیم الجوزیۃ دونوں آراء میں مطابقت پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"ان حق الحضانة المتزوجه لیسقط بزواجها مراعاة لحق الزوج لانها تشتغل بالقیام بحقه وخدمته۔ اما اذا رضی الزوج بالحضانة وآثر کون الطفل عنده وفی حجره فلا تسقط الحضانة، ویقول: "وهذا الصحیح لانه مبنی علی اصل هو ان سقوط الحضانة بالنکاح هو مراعاة لحق الزوج" ابن قیم اس حدیث "احق به مالم تنکحی" کے بارے میں لکھتے ہیں۔ بان الحدیث لیس مرسلا ولا منقطعاً"[32] شوہر کی رضامندی کی بنا پر حق حضانت کے عدمِ سقوط کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فیصلے سے بھی ہوتی ہے جو حضرت حمزہ کے بیٹے کے بارے میں آپ نے فرمایا کیونکہ جعفر بن ابی طالب جو اس کے خالہ کے شوہر تھے انہیں اپنے ساتھ رکھنے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔[33] لہٰذا قاضی کو "صغیر کی مصلحت" کو مدِ نظر رکھتے

[28] ابن عابدین، محمد امین الشہیر، **ردالمحتار**، (مصر: مطبعہ مصطفی البابی الحلبی)، ۲: ۸۸

[29] عبد الرحمان، الصابونی، **نظام الاسرۃ وحل مشکلاتھا**، (قاہرہ: مکتبہ وہبہ)، ۴۰۲

[30] ایضاً، ۵۰۲؛ (علامہ المسندی کبار رفقہائے متاخرین حنفیہ میں شمار ہوتے ہیں سن وفات ۱۲۷ھ ہے۔ ان کی تصنیف طوالع الانوار شرح الدرالمختار اہم متاخر حنفی مخطوطات میں شمار ہوتی ہے۔ ۱۶ جلدوں میں جامعہ الازہر کی مخطوطات کی لائبریری میں موجود ہے۔ ۸۹۱ھ

[31] ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، **المحلیٰ**، (مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)، ۱۰: ۳۲۳

[32] ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، **زادالمعاد**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ)، ۴: ۱۳۱

[33] **المغنی**، ۹: ۳۰۷، **ردالمحتار**، ۲: ۹۳۶

ہوئے فیصلہ کرنا چاہے متحدہ عرب امارات میں یہی قانون اپنایا گیا ہے قانون الاحوال الشخصیۃ متحدہ عرب امارات کی شق نمبر ۱۱۲ میں لکھا ہے۔ ''زواج الحاضنة بغير محرم للصغير لا يسقط حقها في الحضانة وللقاضي ان يمنعها من الحضانة اذا راى استمرارها منافيا لمصلحة الصغير''[34]

جسٹس تنزیل الرحمن بھی اسی رائے کو بہتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''تمام احادیث و آثار سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حق پرورش میں بچے کی بہبودی اور حفاظت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اور حالات کے تقاضے کو نظر انداز نہ کیا جائے گا۔ اور جہاں تک ممکن ہو ماں کو تقدم حاصل ہو گا۔ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو۔ اور بعض مواقع میں ایسے حالات پیش آسکتے ہیں کہ بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینا مناسب ہو گا۔ اور ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں کہ ماں اور باپ کے ہوتے ہوئے ماں کے سلسلے کے دوسرے رشتہ داروں، نانی یا ماموں کے زیر پرورش دینا بہتر ہو گا۔ اگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ والدہ کی زیر پرورش دینے سے بچے کو دینوی یا دینی نقصان پہنچے گا تو اس وقت حاکم عدالت کو بچے کے حق میں بہتر طریقہ کا انتخاب از خود کرنا ہو گا۔ اسی طرح اگر ایسے افراد جن کو اولاً یا ثانیاً بچے کی پرورش کا حق حاصل تھا، موجود نہ ہوں تو خود حاکم کو یہ حق منتقل ہو جائے گا اور پھر حاکم بچے کے عصبات کے علاوہ ایسے رشتہ داروں میں سے کسی کا انتخاب کرے گا جو حتی الامکان بچے کا ذی رحم محرم ہو اور سلسلہ نسب بچے تک عورت کے واسطے سے پہنچا ہو۔[35]

چنانچہ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر بچے کا چچازاد بھائی ہو اور ماموں بھی تو ایسی صورت میں ماموں کو مقدم سمجھا جائے گا۔ کیونکہ چچازاد بھائی محرم نہیں ہے اور ماموں محرم ہے اور اس کا سلسلہ نسب بچے تک ماں کے واسطے سے پہنچا ہے۔''[36]

نابالغ کی بہبود........حضانت کا بنیادی اصول:

ہمارے ملک کی عدالتوں میں حضانت کے سلسلے میں بنیادی قاعدہ "Welfare of the minor" Guardian and Ward Act 1925،) کو بنیاد بنایا ہے۔ اجنبی سے نکاح ثانی کر لینے کی صورت میں زوجہ کے حق حضانت کی محرومی کے سلسلے میں ہمارے ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے متعدد فیصلے دیئے ہیں جن کا ذکر مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ بمقدمہ محمد بشیر

---

[34] **نظام الاسرہ و حل مشکلاتھا**، ۸۰۲

[35] **مجموعہ قوانین اسلام**، ۳: ۷۸۸

[36] کاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، (کراچی: ایم سعید کمپنی)، ۴: ۴۳

بنام غلام فاطمہ جسٹس کیکاؤس نے قرار دیا کہ بیوہ عورت کے نکاح ثانی کی صورت میں شوہر ثانی کا نابالغ کا بذریعہ قرابت محرم ہونا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس پر یہ قاعدہ قائم ہے کہ عورت حق حضانت کھو دیتی ہے جب کہ وہ ایک اجنبی سے نکاح کرے۔ یہ کہنا کہ دوسرا شوہر جوں ہی اس عورت سے نکاح کرتا ہے اور تعلق زن اشوئی قائم ہو جاتا ہے۔ وہ شوہر اس نابالغ کے محرم کے درجے میں آجاتا ہے درست نہ ہو گا اور عورت کا حق حضانت محفوظ نہ رہ سکے گا۔ جسٹس کیکاؤس نے مقدمہ بالا میں مزید قرار دیا کہ اگرچہ ماں اپنے نابالغ بچے کا (قانونی) حق حضانت رکھتی ہے لیکن باپ حقیقی ولی ہوتا ہے اور بچے پر نگرانی اور کنٹرول استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر عورت بچے کو ایسی جگہ لے جائے جہاں باپ اس پر اپنی نگرانی اور کنٹرول نہیں رکھ سکتا تو ماں بچے کے حقِ حضانت کو کھو دیتی ہے۔" [37]

جسٹس کیکاؤس نے ایک اور مقدمے نیاز بی بی بنام فضل الٰہی میں یہ قرار دیا کہ بالعموم عورت کا حق حضانت اس بناء پر ختم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے پاس بچے کی پرورش کے لیے سرمائے کی کمی ہے۔ اسلامی قانون اس امر کو عورت کی نااہلیت بسلسلہ حضانت تصور نہیں کرتا۔ بلکہ ہم کو یہ تصور کرنا ہو گا کہ نابالغ کا مفاد اسی شخص کی زیر حضانت رہنے میں ہے جس کو اسلامی قانون قرار دیتا ہے تاآنکہ اس کے خلاف امر ثابت نہ ہو۔ [38]

ایک اور مقدمے عمر الٰہی بنام رشیدہ اختر جسٹس اخلاق حسین نے یہ قرار دیا کہ اسلامی قانون ایک ایسی ماں کے حق حضانت کو جس نے ایک ایسے شخص سے نکاح کر لیا ہو جو اس کی نابالغ لڑکی کے درجات محرم میں نہ ہو، سرپرست (ولی) مقرر کئے جانے سے تمام صورتوں میں منع نہیں کرتا۔ کسی اجنبی سے نکاح (ثانی) کر لینے سے عورت کا حق حضانت مطلقاً ختم نہیں ہو گا۔ وہ محض اپنا بچے کی حضانت کا ترجیحی حق کھو دیتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بچے کا کوئی دوسرا رشتہ دار ہے جو اسلامی قانون کے تحت بچے کی حضانت کا حق رکھتا ہے اور جس پر بچے کی بہبود کا صحیح اور اطمینان بخش طریقے سے اعتماد کیا جا سکتا ہے تو ماں ایسی صورت میں بچے کی حضانت کا بطور استحقاق ادعا نہیں کر سکتی۔"[39] بمقدمہ خوشی محمد بنام محمد النساء جسٹس شبیر احمد و جسٹس بشیر احمد نے قرار دیا کہ "حضانت کے معاملے میں نابالغ کی بہبود کو فوقیت حاصل ہے۔ شخصی قانون کے تحت عام اصولوں سے انحراف محض اس صورت میں ہونا چاہیے جب کہ یہ خیال ہو کہ نابالغ ایک ایسے فائدے سے محروم ہو جائے گا جو زیادہ بنیادی نوعیت کا ہے۔

[37] PLD 1953, Lahore, 73.
[38] PLD 1953, Lahore, 442.
[39] PLD 1955, Lahore, 41.

اسی مقدمے میں فاضل جج صاحبان نے نابالغ بچوں کو اس بنا پر ماں کی حضانت سے نکال کر باپ کی حضانت میں دے دیا کہ ماں غیر اخلاقی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور اپنے لیے ایک ایسے ماحول کا انتخاب کر لیا ہے جس میں رہ کر نابالغ بچے مستقلاً ایسے اثر میں رہیں گے جو ان کے اخلاقی اور روحانی اقدار کو متاثر کرنے کا فی نفسہ خطرہ اپنے اندر رکھتے ہیں"[40]

ہماری عدالتوں کا یہ نقطہ نظر کہ حضانت کے معاملے میں "بچے کی بہبود" کا تصور ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے، شرع اسلام کے عین مطابق ہے لیکن اس سلسلے میں یہ امر ملحوظ رکھنا ہوگا کہ بچے کی بہبود کا تصفیہ جج کے موضوعی (Subjective) اندازِ نظر پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس کا تصفیہ معروضی (Objective) طور پر کرنا چاہیے۔ معروضی طور پر تصفیہ کرنے کے لیے شرعی قاعدہ کا لحاظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ شرعی قاعدہ کے بارے میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس کا اطلاق بچہ کی بہبود میں ہے الا یہ کہ حالاتِ مقدمہ اس کے متقاضی ہوں کہ ایک شرعی قاعدہ کو چھوڑ کر دوسرا شرعی قاعدہ (یعنی بچے کی بہبود کا خیال) اختیار کرنا انسب ہے۔ مثال کے طور پر یہ ایک شرعی قاعدہ ہے کہ عورت کا ایک ایسے اجنبی مرد سے نکاحِ ثانی کرنا جو بچے کا محرم نہ ہو اس کے حقِ حضانت سے محرومی کا موجب ہو گا لیکن دوسرا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ "حضانت کا مدار بچے کی منفعت پر ہے" چنانچہ اگر حالات مقدمہ کے تحت عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ دوسرے قاعدے کے اتباع میں پہلے قاعدے سے صرف نظر کرنا چاہیے تو ایسا کرنا شرع کے مطابق ہو گا۔ چنانچہ ہماری عدالتوں کا یہ نقطہ نظر کہ اگر حالاتِ مقدمہ کے پیش نظر بچے کی بہبود اسی میں ہو کہ وہ ماں کے پاس رہے تو (محض کسی عورت کا اجنبی مرد سے نکاح (ثانی) کر لینا اس کے حقِ حضانت کو ساقط نہیں کرے گا، صحیح ہے۔ بلکہ اس کی تائید خود فقہاءکے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں "اگر حاضنہ عورت کھانے پینے میں شوہر سے علیحدہ ہے اور بیٹا اس عورت کے ساتھ ہے تو اس کو حقِ حضانت حاصل ہے کیونکہ اس مرد کو اس عورت یا بچہ پر کوئی دخل نہیں ہے، بر خلاف اس صورت کے جبکہ حاضنہ اجنبی شوہر کے عیال (زیر پرورش) ہو یا اس اجنبی مرد کے ایک اور زوجہ ہو یعنی اس عورت کی سوکن موجود ہو (تو بچہ اس کی ماں کی حضانت سے لے لیا جائے گا)"[41]

[40] PLD 1971, Lahore, 768.

[41] ردالمختار، ۲: ۲۹۴

ماں کے غیر محرم مرد سے نکاح کرنے کی صورت میں اس کے حضانت کے حق کا ساقط ہو جانا نابالغ کے ضرر کو دور کرنے کی غرض سے ہے۔ لہٰذا مفتی کو چاہیے کہ صاحب بصیرت ہو اور بچہ کی مصلحت کا لحاظ رکھے کیونکہ کبھی بچہ کا قریبی رشتہ دار اس بچہ سے بغض رکھتا ہے اور اس کی موت کا طلبگار ہوتا ہے اور (کبھی) اس کی ماں کا اجنبی شوہر بچہ کے لئے مشفق ہوتا ہے اور اس پر بچے کی جدائی شاق ہوتی ہے۔ کیونکہ اس بچے کا قریبی رشتہ دار اس بچے کو لینے کا (کبھی اس غرض سے) ارادہ کرتا ہے کہ اس کو اور اس کی ماں کو تکلیف پہنچائے یا اس غرض سے لیتا ہے کہ اس بچہ کے نفقہ ہی سے کھائے یا اور کچھ اس کے مانند اور کبھی اس مرد کی زوجہ ہوتی ہے جو اس بچہ کو دگنی ایذاء دیتی ہے بہ مقابلہ اس کے اجنبی شوہر کے، کبھی اس قریبی رشتہ دار کے اولاد ہوتی ہے جس کے سبب لڑکی کے لیے فتنہ کا خدشہ ہوتا ہے بوجہ یکجا رہائش کے جب مفتی یا قاضی اس بارے میں واقف ہو جائیں تو ان کے لیے اس بچہ کو ماں کی حضانت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امر حضانت کا مدار بچے کی مصلحت پر ہے۔ پاکستان میں بچوں کی حضانت کے سلسلے میں رائج الوقت قانون گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء ہے لیکن یہ قانون مسلمانوں کی معاشرتی ضروریات پر پورا نہیں اترتا۔ اس کمی کو ہماری عدالتوں کے فیصلوں نے کسی حد تک پورا کیا ہے۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان عدالتی فیصلوں کی روشنی میں اور مسلم ممالک میں رائج الوقت قوانین کی مدد سے حضانت کا ایک جامع قانون مرتب کر کے مقننہ سے منظور کرالیا جائے تو اس سے مسلمانوں کی عائلی زندگی کے ایک اہم پہلو سے متعلق بہت سی الجھنیں دور ہونے میں مدد ملے گی۔ چنانچہ یہ اصول کہ (حضانت کا مدار بچے کی بہبود پر ہے) اور یہ قاعدہ کہ (عورت کا غیر محرم سے نکاح اس کے حق حضانت کو ساقط کر دیتا ہے) واقعات و حالات کے پیشِ نظر اپنی اپنی جگہ دونوں صحیح ہیں۔ البتہ ان کا اطلاق مقدمہ کے مخصوص واقعات کے پیشِ نظر کیا جانا چاہیے۔"[42]

تاہم موجودہ فیصلہ جات کی روشنی میں ماں کو حق ترجیح دیا گیا ہے" عدالت عالیہ نے یہ اصول طے کر دیا ہے کہ اگر بچے کی عمر چار سال ہو تو وہ ماں کے حوالے کیا جائے گا چاہے بچہ باپ کے ساتھ جانے کے لیے بضد ہی کیوں نہ ہو، [43]اس سے پہلے بچے کے مفاد میں یہ فیصلہ کیا جاتا تھا کہ بعض اوقات عورت کی دوسری شادی کے باوجود سوتیلی ماں سے

---

[42] مجموعہ قوانین اسلام، ۳: ۹۰۷-۹۰۹

[43] 2019 CLC N 64

بچانے کے لیے بچہ ماں کی تحویل میں دیا جاتا تھا لیکن اب نابالغ بچی کی حفاظت کے پیش نظر بچی اس کو نہیں دی جائے گی جیسا کہ درج ذیل فیصلہ سے واضح ہوتا ہے۔

اگر ماں دوسری شادی کر لیتی ہے تو نابالغ بچی کی حضانت کا حق ہمیشہ کے لیے کھو دیتی ہے۔[44]

عورت کو یہ سہولت بھی دی گئی "کہ بیوی کی طرف سے ایک دن کسی شہر قیام بھی اس کی عارضی رہائش شمار ہو گی اور وہ شوہر کے خلاف اس شہر سے مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔ شوہر بے شک کسی شہر یا کسی ملک کیوں نہ ہو وہ بیوی کے خلاف اگر مقدمہ کرے گا تو صرف اس شہر کرے گا جس شہر میں بیوی رہتی ہو گی۔[45]

سپریم کورٹ نے اپنے حالیہ فیصلے میں قرار دیا ہے کہ گارڈین پٹیشن زیر سماعت ہونے کے باوجود بھی ہائی کورٹ میں ۴۹۱ ضابطہ فوجداری کے تحت نابالغ کی کسٹڈی کسی حقدار شخص کو دی جا سکتی ہے۔[46] والدین کے باہم تحویل کے اختلافات کی بنا پر ماں باپ کے ہاتھوں بچوں کے اغوا کے واقعات میں روز بروز اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔

وزارت خارجہ کے بیان کے مطابق والدین کے ہاتھوں بچوں کا اغوا اور بیرون ملک کسٹڈی کے ۱۳ / ۲۰۱۲ء میں تعداد ۵۸۰ تک پہنچ گئی جو کہ ریکارڈ کے مطابق دوسری سب سے زیادہ تعداد ہے۔[47] ری یونائٹ کی چیف ایگزیکٹو ایلیسن شلابی نے کہا: والدین کے ہاتھوں بچے کا اغوا کسی خاص ملک یا عقیدے سے مخصوص نہیں ایسے کیس ہم نے فرانس اور پولینڈ سے لے کر تھائی لینڈ، پاکستان اور آسٹریلیا تک دیکھے ہیں۔[48]

پرورش کی اجرت:

پرورش کی اجرت رضاعت کی اجرت کی طرح ہے۔ ماں اس کی حق دار نہیں ہوتی جب تک وہ بیوی یا معتدہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بیوی یا معتدہ ہو تو اس کو زوجیت یا عدت کا خرچہ ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[44] 2019 CLC 1787

[45] 2019 MLD 720

[46] 2018 SCMR 42

[47] https://www.gov.uk/government/news/new-fco-figures-show-parental-child-abduction-cases-on-the-rise.ur-

[48] ایضاً

وَالوَالِدَاتُ يُرضِعنَ اَولَادَهُنَّ حَولَينِ كَامِلَينِ لِمَن اَرَادَ ان يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى المَولُودِلَه رِزقُهُنَّ وَكِسوَتُهُنَّ بِالمَعرُوفِ[49] اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں گی اس شخص کے لیے جو ارادہ کرے کہ رضاعت کو کامل کرے اور جس کا بچہ ہے اس مرد پر ان عورتوں کا رزق اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے لازم ہے۔ رہاعدت گزارنے کے بعد وہ اجرت کی حقدار ہو گی جس طرح رضاعت کی اجرت کی حقدار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فَانفِقُوا عَلَيهِنَّ حَتّٰى يَضَعنَ حَملَهُنَّ فَإِن اَرضَعنَ لَكُم فَاٰتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ وَاتَمِرُوابَينَكُم بِمَعرُوفٍ وَّان تَعَاسَرتُم فَسَتُرضِعُ لَه اُخرٰى ''[50]تو تم ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ وہ اپنا حمل وضع کریں۔ پس اگر وہ تمہارے لیے پرورش کریں تو تم ان کو ان کے اجر دے دو اور آپس میں مناسب مشورہ کر لو اور اگر تم باہم تنگی کروگے تو عنقریب اس کی دوسری پرورش کرے گی۔

حضانت کی اجرت رضاعت کی طرح باپ پر واجب ہے۔ اگر صغیر کا اپنا مال نہ ہو۔ اگر بچے کا باپ موجود نہ ہو تو اقربا پر اس کی اجرت لازم ہو گی فقہاء لکھتے ہیں'' ان اجرة الحضانة في مال المحضون ان كان له مال، والافاجرة الحضانة على ابيه، ثم على من تلزمه نفقة ''[51]اگر حاضنہ ماں کے علاوہ کوئی اور ہو تو پرورش کے وقت سے اجرت کی حق دار ہو گی جیسے وہ دایہ ہوتی ہے جو صغیر کی رضاعت کے لیے اجرت پر مقرر کی جاتی ہے۔ جس طرح باپ پر پرورش کی اجرت اور رضاعت کی اجرت واجب ہے۔ اسی طرح اس پر گھر یا اس کی تیاری کی اجرت بھی واجب ہے جب ماں کے پاس اس کی ملکیت کا گھر نہ ہو جہاں بچے کی پرورش کرے۔ اسی طرح اس پر خادم کی یا اس کو حاضر کرنے کی اجرت واجب ہے۔ جب اسے خادم کی ضرورت پڑے اور باپ مالدار ہو۔ یہ برخلاف بچے کے کھانے، لباس، بستر، علاج وغیرہ خرچوں کے ہے کہ یہ اس کی وہ ضروریات ہیں جن کے بغیر رہا نہیں

---

[49] البقرہ: ۲۳۳

[50] الطلاق: ۶۵

[51] ردالمختار، ۲: ۸۷۷

جا سکتا۔ جب پرورش کنندہ پرورش کا کام شروع کر دے اس وقت سے یہ اجرت واجب ہو گی یہ باپ کے ذمہ قرض ہو گا جو ادائیگی یا رضامندی کے بغیر ختم نہ ہو گا۔"[52]

اجرتِ حضانت میں تبرع:

اگر بچے کے اقربا میں کوئی ایسا ہو جو پرورش کا اہل ہے وہ پرورش بلا اجرت کرتا ہے جبکہ ماں اجرت کے بغیر پرورش سے انکار کرتی ہے باپ اگر مالدار ہو اس کو ماں کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ بچہ خیرات دینے والے کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا کیونکہ ماں کی پرورش اس کے لیے زیادہ اچھی ہے جبکہ باپ بھی اجرت دینے پر قادر ہے یہ حکم بدل جائے گا جب باپ تنگ دست ہو۔ وہ بلا اجرت پرورش کرنے والے کو دے دے گا۔ کیونکہ وہ تنگدستی کی بنا پر اجرت کی ادائیگی سے عاجز ہے۔ اور ایسا شخص بھی اقربا میں سے موجود ہے جو بلا اجرت پرورش کرنے پر تیار ہے۔ جب بچے کا مال ہو اس میں سے اس پر خرچ کر لیا جائے گا۔ بچہ نیکی کرنے والی کو دیا جائے تاکہ ایک طرف اس کا مال محفوظ ہو اور دوسری طرف یہ ہے کہ اس کے اقارب میں سے وہ موجود ہے جو اس کی پرورش کرے۔ جب باپ تنگدست ہو اور بچے کا مال بھی نہ ہو اس کی ماں اجرت کے بغیر اس کی پرورش سے انکار کرے اس کے محارم میں سے بھی کوئی نہ ملے جو اس کی پرورش کی نیکی کرے پھر ماں کو اس کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور اجرت باپ پر قرض ہو گی جو ادائیگی یا معافی کے بغیر ساقط نہ ہو گی۔[53]

مدتِ حضانت کا اختتام:

جب بچہ یا بچی عورت کی طرف سے خدمت کی ضرورت محسوس نہ کریں وہ تمیز اور مستقل مزاجی کی عمر کو پہنچ جائیں تو پرورش ختم ہو جائے گی۔ یعنی جب ان میں سے ہر ایک اپنی بہت ضروری حاجتوں کو خود ادا کر سکے کہ وہ اکیلا کھا لے، اکیلا پہن لے اور اکیلا اپنی صفائی خود کر لے اس کی انتہا کے لیے کوئی مدت متعین نہ ہے جس پر یہ ختم ہو۔ بلکہ اعتبار تمیز اور ضرورت محسوس نہ کرنے کا ہے۔ جب بچہ تمیز کرنے لگے۔ عورتوں کی خدمت سے بے پرواہ ہو جائے۔ اپنی ضروری حاجات کو خود ہی ادا کرنے لگے تو اس کی پرورش ختم ہو جائے گی۔ حنفی مذہب میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ پرورش کی مدت ختم ہو جائے گی۔ جب لڑکا سات برس پورے کرے اسی طرح لڑکی پر جب نو برس پورے کر لے۔ چھوٹی لڑکی

---

[52] **فقہ السنۃ، ۲: ۴۹۲**

[53] ایضاً

کے لیے انہوں نے زیادہ مدت اس لیے بتائی ہے تا کہ وہ اپنی پرورش کنندہ سے عورتوں کی عادات اپنالے۔"[54] مالکیہ نے لڑکے کے لیے بلوغ اور لڑکی کے لیے تزویج کی شرط لگائی ہے۔ امام شافعیؒ نے تمیز و تخیر کی شرط لگائی ہے۔[55] حنابلہ کے ہاں دونوں کے لیے سات سال کی مدت مقرر کی ہے۔[56] ھدایہ میں لڑکی کی مدت حضانت کے بارے میں لکھا ہے کہ ماں اور نانی اس کو بلوغت تک اپنے پاس رکھنے کی زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ پرورش سے بے نیاز ہو جانے کے باوجود وہ آداب النساء سیکھنے کے لیے عورتوں کی محتاج ہے۔"والمراۃ علی ذالک اقدر" اور بلوغ کے بعد اسے حفاظت و صیانت کی ضرورت ہے اور امام محمدؒ کا کہنا ہے کہ حد بلوغ پر پہنچنے پر باپ کے حوالے کر دی جائے گی تا کہ حفاظت کی ذمہ داری احسن طریقے پر ادا ہو سکے۔"[57]

پرورش ختم ہونے کے بعد بچے اور بچی کو اختیار دینا:

جب بچہ سات برس کو یا تمیز کی عمر کو پہنچ جائے، پرورش ختم ہو جائے۔ اگر باپ اور پرورش کنندہ اپنے میں سے کسی ایک کے پاس رکھنے پر متفق ہو جائیں یہ اتفاق جاری کر دیا جائے گا۔ اگر دونوں اختلاف اور تنازع کریں بچے کو ان دونوں کے درمیان اختیار دے دیا جائے گا۔ وہ ان دونوں میں سے جس کو پسند کر لے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہا اے اللہ کے پیغمبر! میرا خاوند میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے جب کہ اس نے مجھے بئر ابی عنبہ سے پانی پلایا ہے اور اس نے مجھے نفع دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تیرا باپ اور یہ تیری ماں ہے، ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے تو اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس کو لے کر چلی گئی[58] اسی کے مطابق حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ نے فیصلہ کیا ہے۔ یہی شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے۔ اگر وہ دونوں کو پسند کرے یا کسی کو بھی نہ کرے تو قرعہ اندازی کے ساتھ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں باپ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اختیار دینا درست نہیں کیونکہ اس کی نہ کوئی اپنی بات ہے اور نہ وہ اپنا فائدہ پہنچانتا ہے

---

[54] برہان الدین، مرغینانی، **ھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی**، (مصر: مطبعہ مصطفی البابی الحلبی)، ۲: ۹۲

[55] ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد، **بدایۃ المجتہد و نھایۃ المقتصد**، (مصر: مطبعہ مصطفی البابی الحلبی)، ۲: ۵۷

[56] **المغنی**، ۷: ۴۱۶

[57] **ھدایۃ**، ۲: ۹۲

[58] ابو داود، **کتاب الطلاق**، باب من احق بالولد، حدیث: ۲۲۷۷

ممکن ہے وہ اس کو پسند کرے جو اس کی تربیت چھوڑ تا ہو یہ فساد کا موجب ہو گا۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ وہ بلوغت سے نیچے ہے تو اس کو اختیار نہ دیا جائے گا جسے سات برس سے کم والے کو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جب تک اس کے دانت نہ نکل آئیں۔ ماں اس کی زیادہ حقدار ہے۔ یہ بچے کے حوالے سے ہے۔ رہی بچی تو امام شافعیؒ کے نزدیک اسے بچے کی طرح اختیار دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ماں اس کی زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ شادی کرے یا بالغ ہو جائے۔ امام مالک کہتے ہیں ماں اس کی زیادہ حقدار ہے۔ جب تک وہ شادی نہ کرے اور خاوند اس پر داخل ہو۔ حنبلی کہتے ہیں جب نو برس کو پہنچے تو بغیر اختیار دینے کے باپ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ جب کہ نو برس تک ماں اس کی زیادہ حقدار ہے شرع میں کوئی عام نص نہ ہے جو مطلقاً والدین میں سے ایک کو مقدم کرے اور نہ ہی بچے کو والدین کے مابین اختیار دینے کی کوئی مطلق نص ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں سے ایک مطلق متعین نہ ہو گا بلکہ کوتاہی اور زیادتی کرنے والے کو نیک، محسن اور عادل پر مقدم نہ کیا جائے گا۔ اس میں معتبر حفاظت اور صیانت پر قدرت ہے۔ اگر باپ اس میں غفلت برتنے والا یا اس سے عاجز ہو یا شدید مریض ہو۔ ماں کی حالت اس کے برخلاف ہو تو وہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے جیسا کہ امام ابن القیمؒ نے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ”اختیار دے کر، قرعہ کے ساتھ یا بذات خود ہم جس کو مقدم کریں تو ہم اسے تبھی مقدم کریں گے جب اس سے بچے کو فائدہ ہو۔“[59] اگر ماں باپ کی نسبت زیادہ حفاظت کرنے والی اور زیادہ غیرت والی ہو اسے مقدم رکھا جائے گا۔ اس حالت میں قرعہ یا بچے کے اختیار کرنے کو نہ دیکھا جائے گا کیونکہ وہ کمزور عقل والا وہ کھیل و فضولیات کو ترجیح دے گا۔ اگر اس کی مدد کرنے والا کوئی ملے تو اس کے اختیار کو نہ دیکھا جائے گا وہ اس کے پاس رہے گا جو اس کے لیے زیادہ نفع والا اور زیادہ خیر والا ہو۔ شریعت میں اس کے علاوہ کوئی احتمال نہ ہے نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

”بچوں کو سات برس پر نماز کا حکم دو۔ دس برس پر انہیں نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستروں کو الگ کر دو۔“[60]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یَاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا قُوا اَنفُسُکُم وَاَهلِیکُم نَاراً“[61]

”اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔“

---

[59] زاد المعاد، ۴: ۵۳۱

[60] ابو داو، **کتاب الصلاۃ**، باب متی یو مئر، حدیث: ۴۹۵

[61] التحریم: ۶

جس طرح فرماتے ہیں۔ "ان کو علم دوان کو ادب سکھاؤ اور ان کو سمجھدار بناؤ۔" اگر ماں اس کو مکتب میں چھوڑ آتی ہے اسے قرآن کی تعلیم دیتی ہے جب کہ بچہ کھیل اور ساتھیوں کی دوستی کو ترجیح دیتا ہے اس کا باپ اس کو یہ موقع فراہم کرتا ہے تو بغیر اختیار دینے اور بغیر قرعہ کے ماں ہی اس کی زیادہ حق دار ہے۔ اسی طرح بر عکس بھی۔ جب والدین میں سے ایک بچے کے لیے اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم میں رکاوٹ ڈالے، اسے وہ نہ کرنے دے۔ دوسرا اس کا اہتمام کرنے والا ہو تو وہی اس کا زیادہ حق دار اور اس کے لیے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں ہم نے اپنے استاد (یعنی امام ابن تیمیہؒ) کو فرماتے ہوئے سنا: "کسی حاکم کے پاس والدین نے ایک بچے کا تنازع پیش کیا۔ اس نے اسے دونوں کے درمیان اختیار دے دیا۔ اس نے اپنے باپ کو اختیار کر لیا اس کی ماں نے اُن سے کہا اس سے پوچھئے کہ یہ اپنے باپ کو کیوں پسند کرتا ہے۔ اس نے پوچھا اس نے کہا میری ماں ہر روز مجھے پڑھنے لکھنے کو بھیجتی ہے عالم مجھے مارتا بھی ہے۔ جب کہ میرا باپ مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے حاکم نے اس کا فیصلہ ماں کے لیے کر دیا اور کہا تو اس کی زیادہ حقدار ہے کہتے ہیں۔ ہمارے استاد نے فرمایا: والدین میں سے کوئی اگر بچے کی تعلیم اور وہ معاملہ چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے تو وہ نافرمان ہے اس کی اس پر ولایت نہ ہے بلکہ ہر وہ شخص جو اپنا فریضہ ادا نہیں کرتا تو اس کی کوئی ولایت نہ ہے۔ یا تو وہ اپنا ہاتھ ولایت سے اٹھا لے اور اسے مقرر کر دیا جائے جو فریضہ کو ادا کرے یا اپنے ساتھ اسے ملا لے جو اس کے ساتھ فریضہ کو ادا کر سکے۔ کیونکہ مقصد حسب امکان اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی فرمانبرداری ہے۔[62]

امام ابن حزم لکھتے ہیں: اگر دینی اعتبار سے ماں اور باپ دونوں ایک ہی مرتبہ کے ہوں تو پھر ماں کا حق مقدم ہو گا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور اگر ماں یا نانی دونوں دینی اعتبار سے قابل اعتماد نہ ہوں یا ماں نے کسی ایسے مرد سے شادی کر لی جس کے دینی اعمال قابل بھروسہ نہیں ہیں تو پھر باپ کا حق مقدم ہو گا اور اس کے بعد دادا کا حق ہو گا۔[63] امام کاسانی لکھتے ہیں کہ یہ اختیار اگر دینا بھی ہو تو بلوغ کے بعد ہی حاصل ہو گا۔ اس کی دلیل عمارہ بن ربیعۃ المخزومی کی وہ روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میرے والد بحرین جہاد کے لئے گئے اور وہاں قتل کر دیئے گئے تو میرے چچا مجھے لینے کے لئے آ گئے۔ اس پر میری ماں حضرت علیؓ کے ہاں تنازعہ لے گئیں اور میرے ساتھ میرا چھوٹا بھائی بھی تھا۔ حضرت علیؓ نے

---

[62] فقہ السنۃ، ۲: ۹۹۲

[63] المحلیٰ، ۱۰: ۳۲۳۔۳۲۴

مجھے تین باتوں کا اختیار دیا جس پر میں نے اپنی ماں کو اختیار کر لیا۔ اس پر میرے چچا نے رضامند ہونے سے انکار کر دیا جس پر حضرت علیؓ نے اسے اپنے ہاتھ سے گھونسا مارا اور اپنے کوڑے سے اسے پیٹا اور کہا کہ اگر یہ چھوٹا بھی بالغ ہو گیا تو اسے بھی اختیار دے دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچہ کو اختیار کا حق بالغ ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ [64] بچہ دونوں کو اختیار کر لے تو پھر قرعہ اندازی کی جائے گی، کیونکہ بیک وقت ان دونوں کے لئے اس کی کفالت کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کسی ایک کو بھی پسند نہ کرے تب بھی قرعہ اندازی کی جائے گی کیونکہ اسے تنہا چھوڑا نہیں جا سکتا، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔" [65] امام مالک کہتے ہیں کہ بچہ کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے اور بچہ کے حق میں یہ دیکھنا چاہیے کہ کون اس کی بہتر حفاظت کر سکتا ہے" [66]

بچہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے درمیان:

شوافع کہتے ہیں اگر لڑکا ہو وہ اپنی ماں کو اختیار کر لے وہ اس کے پاس رات کو رہے گا جب کہ باپ اسے دن کو سکول یا کام پر لے جائے گا کیونکہ مقصد بچے کا فائدہ ہے اور بچے کا فائدہ اسی میں ہے جو ہم نے بتایا ہے کہ اگر وہ باپ کو اختیار کرتا ہے دن رات اس کے پاس رہے گا لیکن وہ اسے ماں سے ملنے سے نہ روکے گا۔ کیونکہ اس سے روکنے میں قطع رحمی اور عقوق پایا جاتا ہے۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے اس کی تیمارداری کی ماں زیادہ حق دار ہے کیونکہ وہ مرض کی وجہ سے اس چھوٹے بچے کی طرح ہو گیا ہے جسے اپنا خیال رکھنے والے کی ضرورت ہے تو ماں اس کی زیادہ حقدار ہے۔ اگر وہ لڑکی ہو وہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لے وہ اس کے پاس رات دن رہے گی۔ لمبی چوڑی ملاقات کے علاوہ ملاقات سے اسے دوسرے سے روکا نہ جائے گا۔ کیونکہ زوجین کی علیحدگی ایک کے گھر میں دوسرے کے حوالہ سے تفصیلی ملاقات سے مانع ہے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے ماں اپنے گھر میں اس کی تیمارداری کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ اگر والدین میں سے ایک بیمار ہو جائے بچہ دوسرے کے پاس ہو۔ اسے اس کی عیادت اور موت پر پہنچنے سے نہ روکا جائے گا جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں۔ اگر وہ ایک کو اختیار کر لیتا ہے اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے کو اختیار کر لیتا ہے تو اس کی طرف لوٹا جائے گا کیونکہ اختیار اس

---

[64] **بدائع الصنائع**، ۴: ۴۴۔۳۴

[65] **المغنی**، ۷: ٦١٢۔٥١٦

[66] مالک بن انس، **المدونۃ الکبریٰ**، (بیروت: مکتبہ دار لعلمیہ)، ۵: ۹۳

کی خواہش پر ہے کبھی ایک کے پاس رہنے کی خواہش ہوتی ہے اور کبھی دوسرے کے پاس رہنے کی۔ جو اس کی خواہش ہے اس کی پیروی کی جائے گی جیسے کھانے اور پینے میں اس کی خواہش کی پیروی کی جائے گی۔

بچے کو منتقل کرنا:

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: اگر ان میں سے کسی کو سفر کی حاجت ہے کہ پھر لوٹ آئے گا جب کہ دوسرا مقیم ہے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ چھوٹے بچے کے ساتھ سفر (خاص طور پر جب وہ دودھ پیتا ہو) اس کو نقصان پہنچاتا ہے اور اس کو ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح علماء نے مطلق کہا ہے سفر حج کو دیگر سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ اگر ان میں سے ایک اس شہر سے دوسرے شہر رہائش کے لیے منتقل ہو۔ شہر اور اس کا راستہ دونوں خوف والے ہوں تو مقیم زیادہ حقدار ہے اور اگر وہ اس کا راستہ دونوں امن والے ہوں تو اس میں دو قول ہیں یہ دونوں ہی امام احمدؒ سے مروی ہیں۔

پہلا: پرورش باپ کا حق ہے تاکہ بچے کی تربیت، تہذیب اور تعلیم ممکن ہو سکے یہ قول امام مالک، امام شافعی رحمہا اللہ کا ہے اور شریح نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

دوسرا: ماں اس کی زیادہ حق دار ہے۔ یہاں تیسرا قول بھی ہے کہ اگر باپ منتقل ہو رہا ہے تو ماں اس کی زیادہ حق دار ہے اگر وہ اس شہر میں منتقل ہوتی ہے جہاں نکاح کی بنیاد ہے تو وہ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ اگر وہ اور شہر کی طرف منتقل ہوتی ہے تو باپ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے انہوں نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے کہ: اگر عورت کا نقل کرنا شہر سے گاؤں کی طرف ہو تو باپ زیادہ حق دار ہے اگر شہر سے شہر کی طرف ہو تو ماں ہی زیادہ حق دار ہے۔ یہ تمام اقوال جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ان پر کوئی دلیل نہ ہے جو دل کو مطمئن کر دے۔ درست بات بچے کے لیے زیادہ فائدہ کو سوچنا اور احتیاط کو اپنانا ہے۔ نیز اقامت یا منتقل ہونے میں زیادہ نفع والا کیا ہے۔ ان میں سے جو زیادہ نفع والا، زیادہ صیانت والا اور زیادہ حفاظت والا ہو وہ ملحوظ رکھا جائے گا۔ اقامت یا منتقل ہونے کا کوئی اثر نہ ہے۔ یہ سب تب ہے کہ جب نقل مکانی سے ایک کا مقصد دوسرے کو تکلیف دینا اور اس سے بچہ چھیننا نہ ہو۔ اگر یہ ارادہ ہو تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔[67]

[67] فقۃ السنۃ، ۲: ۹۹۲

کیا حق حضانت ایک بار ختم ہو کر دوبارہ بحال ہو سکتا ہے؟

امام مالک کا نقطہ نظر یہ ہے۔

جس عورت کا حق پرورش دوسری شادی کی وجہ سے ختم ہو گیا ہو، اگر وہ پھر سے اپنے دوسرے شوہر سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو اسے یہ حق دوبارہ حاصل نہ ہو گا، اسی طرح اگر وہ بغیر کسی عذر کے اپنا حق پرورش خود ختم کرا دیتی ہے تب بھی اسے یہ حق دوبارہ حاصل نہ ہو گا اور اگر اس کا حق کسی عذر کی بناء پر ختم ہوا تھا جیسے کسی بیماری کی وجہ سے، مکان پرورش کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے اور پھر یہ عذر زائل ہو گیا تو وہ اپنا یہ حق دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔[68]

امام بو حنیفہ اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ اسے پرورش کا حق حاصل ہو جائے گا۔ اگر بچہ کی ماں کو اس کے اس دوسرے شوہر نے بھی طلاق دے دی تو پھر وہ بچہ کی پرورش کی دوبارہ حقدار بن جائے گی، یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے۔ امام مالک کہتے ہیں: کہ اس کو دوبارہ حق پرورش حاصل نہ ہو گا کیونکہ نکاح سے اس کا یہ حق ایک مرتبہ باطل ہو چکا ہے۔[69] ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حق صرف دوسری شادی کی وجہ سے باطل ٹھہرایا تھا اور جب یہ شادی ختم ہو گئی تو اس کا حق پہلے کی طرح بحال ہو جائے گا۔[70]

خلاصہ بحث:

بچہ کی بہترین تربیت ماں اور باپ دونوں کی شفقت کے سائے میں ہی زیادہ بہتر ہے۔ تاہم اگر ماں باپ ایسا نہ کر سکیں اور ناگزیر وجوہات کی بنا پر علیحدگی ہو جائے تو بچوں کو نقصان سے بچانے کے لیے ماں کے زیر سایہ رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ لیکن اگر بچے وہاں محفوظ نہ ہوں تو پھر باپ کے حوالہ کرنے میں ہی بچے کی فلاح ممکن ہے۔ بعض اوقات مرد دوسری شادی کر لیتا ہے وہ بچہ لینا نہیں چاہتا محض ماں کو تنگ اور پریشان کرنے کے لیے بچہ چھین لیتا ہے ایسی صورت حال میں عدالت نے عورت کو سہولت پہنچانے کے امکان بھر معاملات کو آسان کرنے کی طرف پیش رفت کی ہے۔

---

[68] **الشرح الصغیر**، ۲: ۳٦۷

[69] **ایضاً**

[70] **الخلاف**، ۳: ۳۸، بحوالہ محمود احمد غازی، عبدالرحیم اشرف بلوچ، **احکام بلوغت**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی)، ۵۵۲۔ ٦۵۲
https://www.google.com/search?q=%D8%A